پروجیکٹ کرنا چاہتے تھے۱۱۵۔

ایران - وسطی ایشیا دوطرفہ تعلقات

وسطی ایشیا کے نو آزاد مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات کے قیام کی ایرانی پالیسی کے عناصر اور پس منظر پر بات ہو چکی ہے۔ اگرچہ اس مقالے میں وسطی ایشیا کی پانچ نو آزاد ریاستوں میں سے ہر ایک کے ساتھ انفرادی طور پر ایران کے دوطرفہ تعلقات کی تفصیلات میں جانے کی گنجائش نہیں ہے تاہم سرسری طور پر ان کا جائزہ لیے بغیر موضوع تشنہ تکمیل رہے گا۔

وسط ایشیائی ریاست ترکمنستان کے ساتھ ایران انتہائی مضبوط بنیادوں پر تعلقات استوار کر چکا ہے۔ ۱۸ فروری ۱۹۹۲ء کو تہران میں دونوں ممالک کے مابین مفاہمت کی ایک دستاویز پر دستخط ہوئے جس کے تحت دونوں ممالک کے مابین سفارتی تعلقات کے قیام کی منظوری دی گئی۔ واضح رہے کہ ان دنوں ترکمنستان کے صدر سپر مراد نیازوف اقتصادی تعاون کی تنظیم (ای سی او) کی پہلی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لیے تہران آئے ہوئے تھے۔ اگست ۱۹۹۲ء میں صدر نیازوف نے ایک بار پھر ایران کا سرکاری دورہ کیا۔ اپنے اس دورے کے دوران انہوں نے ایرانی قیادت کے ساتھ متعدد سمجھوتوں پر دستخط کیے۱۱۶۔ صدر ہاشمی رفسنجانی اورصدر نیازف نے "ایران - ترکمنستان مشترکہ اقتصادی کمیشن" پر زور دیا کہ وہ ترکمنستان کو ایرانی گیس کی ترسیل اور ترکمنستان کی طرف سے ایرانی تجارتی سامان کی خرید کے امکانات کا مطالعہ کرے۔ اپریل ۱۹۹۳ء میں اس مشترکہ کمیشن کا پہلا اجلاس تہران میں منعقد ہوا جس کے دوران دونوں ممالک نے اقتصادی، صنعتی اور تجارتی شعبوں میں تعاون کے لیے مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کیے۔ اس یادداشت کے تحت ایران نے ترکمنستان کو ایران سے تجارتی مال درآمد کرنے کے لیے کریڈٹ لائن دینے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ دونوں ممالک نے "بارڈر ٹریڈ مارکیٹس" کے قیام پر بھی رضامندی کا اظہار کیا۔ مشترکہ مواصلاتی / ٹرانسپورٹ نظام کو ترقی دینے پر بھی اتفاق کیا گیا۔ ترکمنستان اور ایران کے راستے چین اور وسطی ایشیا کو ترکی - اور یورپ - سے ملانے کے لیے مشہد - سرخس - تیجان ریلوے کی تعمیر کے منصوبے کی منظوری دی گئی۔ ۱۹۹۳ء (اکتوبر) میں صدر ہاشمی رفسنجانی کے دورۂ ترکمنستان اور جنوری ۱۹۹۶ء میں صدر نیازوف کے دورۂ ایران سے دونوں ممالک کے مابین تعلقات کو مزید تقویت ملی۔ صدر رفسنجانی نے اپنے دورۂ ترکمنستان کے دوران کہا:

ہمارا یہ خطہ آج سب سے زیادہ استحکام اور امن کا متلاشی ہے۔ اتحاد اور قریبی تعاون کے ذریعے وسط ایشیائی ریاستوں کو اپنے علاقائی تنازعات اور مشکلات پر قابو پانا ہوگا۔ ایران اس سلسلے میں ہر ممکن مدد دینے کے لیے تیار ہے۱۷۔

صدر رفسنجانی کی موجودگی میں ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو "درہ گاز" علاقے میں ترکمنستان - ایران سرحد کو دونوں ممالک کے مابین آمدورفت کے لیے کھول دیا گیا۔ صدر رفسنجانی کے مذکورہ دورہ ترکمنستان کے موقعہ پر دونوں ممالک کے شہریوں کی دونوں ممالک میں آمدورفت اور سفر کو آسان بنانے سے متعلق سمجھوتے کے علاوہ مختلف کمیٹیوں کی تشکیل پر اتفاق کیا گیا جو "دونوں ممالک کے مابین مختلف شعبوں میں تعاون کے فروغ کے امکانات کا جائزہ لیں گی"۱۸۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو تہران اور عشق آباد میں بیک وقت جاری کئے جانے والے مشترکہ اعلامیے میں آرمینیا - آذربائیجان تنازعے کے سیاسی تصفیے کی دریافت پر زور دیا گیا اور تاجک تنازعے کے حل کے لیے فریقین سے مذاکرات شروع کرنے کی اپیل کی گئی۔

جنوری ۱۹۹۴ء میں دورہ ایران کے اختتام پر ترکمنستان کے صدر نیازوف نے کہا:

دونوں ممالک کے مابین وسعت پذیر قریبی تعاون قابل تقلید اور مثالی ہے۔ بعض اہم سمجھوتوں پر دستخط ہوئے ہیں۔ یہ سمجھوتے علاقائی اور بین الاقوامی تعاون پر خوشگوار اثرات مرتب کریں گے۱۹۔

اس موقعہ پر صدر ہاشمی رفسنجانی نے اس تاثر کی تردید کی کہ دونوں ممالک کے مابین تعاون بعض دیگر ممالک کے مفادات کو نقصان پہنچانے کا باعث بنے گا۔ انہوں نے کہا کہ (ہمارا یہ باہمی تعاون) دوسرے ممالک کو شرکت کی کھلی دعوت ہے۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۹۳ء کو دونوں ممالک کے مابین ریلوے لائنوں کی تعمیر و اصلاح اور اس سے متعلقہ امور پر دو سمجھوتوں پر دستخط ہوئے۔ ۳ جنوری ۱۹۹۴ء کو دونوں ممالک کے وزراء تیل نے ترکمنستان سے ایران تک گیس کی ترسیل کے لیے پائپ لائن بچھانے کے لیے تکنیکی اور اقتصادی جائزوں کی تیاری کے لیے سمجھوتے پر دستخط کئے۔ ۵ جنوری ۱۹۹۴ء کو دونوں ممالک کے مابین ڈاک اور ٹیلی مواصلات کے شعبوں میں تعاون سے متعلق سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ تہران اور عشق آباد کو ملانے کے لیے ۴۸۰ چینل پر مشتمل ایک ٹیلی فون ایکسچینج کی تعمیر پر اتفاق کیا گیا۔ ترکمنستان اور ایران کے مابین روزانہ ہزاروں ٹن تجارتی سامان کا تبادلہ ہورہا ہے۔ ایران ترکمنستان کو غذائی اشیاء پھل اور انجن آئل سپلائی کرتا ہے۔ ترکمنستان نے بھی ایران کے راستے بیرونی ممالک کو بجلی کی ترسیل شروع کردی ہے۲۰۔

۱۷ مارچ ۱۹۹۵ء کو ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی نے جنوب مشرقی ایران میں بافک سے بندر عباس تک ۷۳۰ کلو میٹر لمبی ریلوے لائن کا افتتاح کیا۔ یہ ریلوے لائن بندر عباس کو ایران کے قومی ریلوے نیٹ ورک سے ملائے گی جو ترکی کے ریلوے نظام سے پہلے ہی مرتبط ہے۔ ایران کا قومی ریلوے نیٹ ورک ملک کے جنوب مغرب میں جلفا شہر کے ذریعے آذربائیجان اور (جنوبی قفقاز) کے دیگر ممالک (آرمینیا اور جارجیا) سے منسلک ہے[۱۲۱]۔

۱۲ مئی ۱۹۹۶ء کو ایران کے شہر مشہد کو ترکمنستان کے علاقے سرخس سے ملانے کے لیے ۷۵ ملین ڈالر کی لاگت سے تعمیر ہونے والی ۱۷۰ کلو میٹر لمبی ریلوے لائن کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی اور ترکمن صدر سپرمراد نیازوف نے مشہد سے دو سو میل دور دونوں ملکوں کی سرحد پر واقع علاقے سرخس میں ریلوے لائن کا مشترکہ افتتاح کیا۔ اس تقریب میں جارجیا، آرمینیا، اور ای سی او ممالک کے صدور سمیت ۵۰ ممالک کے نمائندوں نے شرکت کی۔ یہ ریلوے لائن سرخس سے ترکمنستان کے راستے دیگر وسط ایشیائی ریاستوں اور چین کو ایران سے ملائے گی۔ یہ منصوبہ تین سالوں میں مکمل ہوا اور اس کا بڑا حصہ مقامی انجینئروں نے خود مکمل کیا۔[۱۲۲] ایران اور ترکمنستان نے سرخس کو "آزاد تجارتی زون" قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ سرخس کو اپنی ہشت جہتی شکل کی وجہ سے یہ درجہ دیا گیا ہے۔ اس کی آٹھ سمتوں میں سے ہر سمت پر ای سی او کا کوئی ایک شریک کار ملک واقع ہے۔ اس کی آٹھوں جہتوں میں شاہراہیں نکلتی ہیں جو ای سی او ممالک کو (encircle) کرتی ہیں[۱۲۳]۔

تاجکستان کے ساتھ بھی ایران انتہائی قریبی اقتصادی اور ثقافتی روابط قائم کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ فروری ۱۹۹۲ء میں تاجکستان کے وزیرخارجہ اور وزیرتیل نے ایران کا دورہ کیا۔ مہمان وزراء نے "ایران کے ساتھ باہمی تعاون کے تعلقات کی توسیع" کی خواہش کا اظہار کیا۔ تاجک وزیر تیل (توانائی) کی درخواست پر ایران نے تاجکستان میں تیل کی تلاش اور پیداوار کے سلسلے میں میدانی مطالعے (فیلڈ سٹڈی) کے لیے ایرانی ماہرین کا وفد تاجکستان بھیجنے پر رضا مندی کا اظہار کیا۔ فروری ۱۹۹۲ء ہی میں دونوں ممالک کے مابین ریڈیو اور ٹیلی وژن پروگراموں کے تبادلے اور اس سلسلے میں دونوں ممالک میں ایک دوسرے کے بیورو دفاتر کھولنے کے لیے ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ ۶ فروری ۱۹۹۲ء کو تاجکستان کے وزیرخزانہ نے صدر ہاشمی رفسنجانی کو تاجک صدر رحمان نبی یوف کا خصوصی پیغام پہنچایا۔ اس پیغام میں تاجک صدر نے تاجکستان کی مشکلات پر توجہ دینے کے لیے ایرانی صدر کا شکریہ ادا کیا تھا۔ ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی نے اس موقعہ پر کہا

: "خطے کے ممالک کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں ہم تاجکستان کو خصوصی اہمیت دیں گے"۔ جون ۱۹۹۲ء میں تاجکستان کے صدر رحمان نبی یوف دو دن کے سرکاری دورے پر تہران آئے۔ صدر نبی یوف کے ہمراہ تاجکستان کے دیگر اعلیٰ سرکاری حکام بھی تھے۔ اس دورے کے دوران دونوں ممالک کے مابین سیاسی' اقتصادی اور ثقافتی شعبوں میں باہمی تعاون کے سمجھوتوں پر دستخط ہوئے۔ صدر رفسنجانی نے اس موقعہ پر کہا: "ہم اس نو آزاد فارسی زبان بولنے والی مسلم جمہوریہ کو معمول کی زندگی پر لانے کے لیے ہر ممکن مدد فراہم کریں گے"[۲۴] ۳ جون ۱۹۹۲ء کو دونوں ممالک کے مابین مفاہمت کی ایک دستاویز پر دستخط ہوئے جس کی رو سے خطے میں سیاسی بحرانوں سے نمٹنے کی غرض سے مشترکہ طریق کار وضع کرنے کے لیے سمجھوتے کی تیاری پر اتفاق کیا گیا۔ مفاہمت کی اس دستاویز کی رو سے دونوں ممالک کے وزراء خارجہ کے مابین ہر تین ماہ بعد ایک ملاقات منعقد کرنے پر اتفاق کیا گیا۔ مزید برآں اس دستاویز کی رو سے دونوں ممالک کی اقتصادی صلاحیتوں کا جائزہ لینے کے لیے ایک مشترکہ اقتصادی کمیشن کی تشکیل کی بھی منظوری دی گئی۔

۳۰ جون ۱۹۹۲ء کو تاجک صدر کے دورہ ایران کے اختتام پر ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں دونوں ممالک کے مابین باہمی' احترام کی بنیادوں پر دوطرفہ تعلقات میں توسیع پر زور دیا گیا اور ایک دوسرے کی علاقائی وحدت' خود مختاری اور آزادی کے احترام کے اصولوں پر کاربند رہنے کا اظہار کیا گیا۔ اس اعلامیے میں دونوں ممالک کے مابین متوقع تنازعات کے حل کے لیے طاقت کے استعمال یا طاقت کے استعمال کی دھمکی سے احتراز کا عہد کیا گیا اور دوطرفہ تعلقات کے دائرہ کار کو توسیع دے کر اس میں پارلیمانی امور' تجارت اور مالیاتی امور' تیل اور گیس' بینکنگ' صنعت اور بہت سارے دیگر شعبوں کو شامل کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا گیا۔ دونوں ممالک نے خطے کو کیمیائی اور جوہری ہتھیاروں سے پاک قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ آذربائیجان اور آرمینیا کے درمیان نگورنو کاراباخ تنازعہ کے پرامن سیاسی تصفیے کی تلاش پر زور دیا گیا۔ اعلامیے میں دونوں ممالک کے مابین سائنس' مذہبی امور' فنون لطیفہ' ادب' ادویہ سازی' صحت' ابلاغ عامہ' سیاحت اور کھیلوں کے شعبوں میں تعاون کو فروغ دینے کی خواہش کا بھی اظہار کیا گیا۔

ستمبر ۱۹۹۲ء میں تاجکستان کے وزیر ثقافت نے ایران کا دورہ کیا۔ اس دورے کے دوران تاجک وزیر ثقافت نے تاجکستان کے قائم مقام صدر اسکندروف کا خصوصی پیغام صدر ہاشمی رفسنجانی کو پہنچایا۔ تاجک وزیر ثقافت کی طرف سے ثقافتی شعبے میں دونوں ممالک کے تعلقات کو مزید فروغ دینے کی خواہش کے اظہار کے جواب میں صدر ہاشمی رفسنجانی نے کہا: "ایران تاجکستان

میں تعلیمی، تدریسی اور ابلاغ عامہ سے متعلق مراکز کے قیام میں اپنے تمام وسائل بروئے کار لائے گا"۔۱۳۵ تاجک وزیر ثقافت نے ایرانی وزیر خارجہ ڈاکٹر علی اکبر ولایتی کے علاوہ متعدد دیگر ایرانی وزراء سے بھی ملاقاتیں کیں۔ مہمان وزیر نے دوشنبے میں ایران کی مالی اعانت سے ایک اوپن اسلامی یونیورسٹی کے قیام کی تجویز پر بھی ایرانی حکام سے تبادلہ خیال کیا۔

اکتوبر ۱۹۹۲ء میں تہران میں تاجکستان کے سفارت خانے کا افتتاح کیا گیا۔ سفارت خانے کا افتتاح ایران کے دورے پر آئے ہوئے تاجکستان کے نائب وزیراعظم سید مرادوف نے کیا۔ اسی دوران تاجکستان کی اندرونی سیاسی صورت حال روز افزوں بگڑتی جارہی تھی۔ ہر طرف صدر رحمان نبی یوف کے حامیوں اور حکومتی فوجوں میں مسلح لڑائی چھڑ چکی تھی۔ اس صورت حال میں "امن افواج" کے نام سے تاجکستان میں تعیناتی کے لیے "آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" کی افواج کے دستے روانہ کئے گئے۔ ازبک فضائیہ اور ازبک ٹینکوں کی مدد سے کمیونسٹ عناصر پر مشتمل پاپولر فرنٹ ملیشیا نے اکبر شاہ اسکندروف کی حکومت کا خاتمہ کردیا اور تاجک پارلیمان کے چیئرمین کے طور پر امام علی رحمانوف کے تقرر کا اعلان کیا۔ ایرانی حکومت نے تاجک سیاست میں تشدد پسندی کے رجحان کی مذمت کی اور اس رجحان کے نتیجے میں بیرونی طاقتوں کی تاجکستان میں مداخلت کے خدشات کا اظہار کیا۔ ۹ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ایرانی وزارت خارجہ کے ایک بیان میں تاجکستان کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر ایران کی تشویش کے اظہار کے ساتھ ساتھ تاجکستان میں تعینات "آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" کی افواج کے غیر جانبدار کردار پر زور دیا گیا۔

جنوری ۱۹۹۴ء میں تہران میں منعقدہ ای سی او کے وزراء خارجہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تاجک وزیر خارجہ رشید علیموف نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی اور وزیرخارجہ ڈاکٹر علی اکبر ولایتی سے ملاقاتیں کیں۔ تاجک وزیر خارجہ نے تاجکستان کے سیاسی بحران کی تفصیلات سے ایرانی حکام کو آگاہ کیا۔ ایرانی وزیرخارجہ نے "تاجک مسلمانوں کی حالت زار" پر تشویش کا اظہار کیا اور امید ظاہر کی کہ تاجکستان میں امن و استحکام پھر سے قائم ہو جائے گا۔ ایرانی وزیر خارجہ نے ۲۷ جنوری ۱۹۹۴ء کو ایرانی صدر کے ساتھ اپنی ملاقات میں انہیں تاجک صدر رحمانوف کا ایک خط پہنچایا، جس میں تاجک صدر نے اپنے ملک میں امن و استحکام کے از سر نو قیام سے متعلق اپنے عزم صمیم کا اعادہ کیا۔ صدر رفسنجانی نے اس موقع پر تاجک صدر کے اس عزم کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا: "تاجک عوام کے مصائب ختم کرنے کا واحد طریقہ تعاون، قومی مصالحت اور یک جہتی کی کوششیں ہیں۔ ہمیں امید ہے ہم جلد

از جلد تاجکستان میں امن و استحکام کی واپسی کا مشاہدہ کرسکیں گے۔ ہم اس ہدف کے حصول کے لیے آپ کی مدد کے لیے تیار ہیں"۱۲۶۔

۱۹۹۴ء کے اوائل میں ہی تاجک حکومت نے حزب اختلاف کی کامیاب گوریلا کاروائیوں کے نتیجے میں اس کے ساتھ مذاکرات پر رضامندی کا اظہار کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں ایران نے (ماسکو کی مفاہمت سے) مصالحت کنندہ کا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاجک متحارب فریقوں میں مذاکرات کا پہلا دور ماسکو میں مارچ ۱۹۹۴ء میں ہوا۔ فریقین میں مذاکرات کرانے کی روسی پالیسی سے حوصلہ پاکر ایران نے فریقین کو مذاکرات کی میز پر لانے کے لیے کوششیں تیز کر دیں۔ جون ۹۴ء سے ستمبر۹۴ء تک تہران فریقین کے درمیان مذاکرات کی میزبانی کے فرائض انجام دیتا رہا۔ ان مذاکرات کے دوران فریقین میں اصولی طور پر جنگ بندی کا سمجھوتہ طے پا گیا۱۲۷۔

جنگ بندی کے اس سمجھوتے کے نتیجے میں تاجک تنازعہ کے حل کی طرف پیش رفت شروع ہوئی۔ فریقین کے درمیان مختلف سطح پر مذاکرات کے متعدد ادوار ہوئے لیکن کسی حد تک نتیجہ خیز دو سربراہی ملاقاتیں ماسکو میں (۱۹-۲۳ دسمبر ۱۹۹۶ء اور ۲۷ جون ۱۹۹۷ء) ہوئیں۔ تاجک فریقین کی ان دونوں سربراہی ملاقاتوں میں ایران نے مبصر کی حیثیت سے شرکت کی اور فریقین کے درمیان قرب پیدا کرنے کی حتی الامکان کوششیں کیں۔ ایران کے اس (بظاہر) غیر جانبدارانہ کردار کی وجہ سے اس کے لیے ماسکو' دوشنبے اور تاجک حزب اختلاف کے حلقوں میں خیرسگالی اور پسندیدگی کے جذبات پیدا ہوئے۔ چنانچہ اس تنازعے کے باوجود تہران۔ دوشنبے تعلقات کو فروغ حاصل ہوا اور مختلف شعبوں میں باہمی تعاون میں مزید تیزی دیکھنے میں آئی۔ ادبی' ثقافتی اور تعلیمی شعبوں میں ایران - تاجکستان تعلقات اور باہمی تعاون میں خاصی پیش رفت ہوئی ہے۔

قازقستان کے ساتھ تعلقات کو ایرانی خارجہ پالیسی میں اہم مقام حاصل ہے۔ قازقستان رقبے کے لحاظ سے نو آزاد مسلم ممالک میں سب سے بڑا ملک ہے اور بحیرہ کیسپین کے سواحل کے ذریعے آبی راستے سے وہ ایران سے ارتباط رکھتا ہے۔ خشکی کے راستے ترکمنستان کے راستے قازقستان اور ایران کے مابین روابط قائم کئے جاسکتے ہیں۔ ایران اور قازقستان کے مابین سفارتی / سیاسی تعامل کی ابتدا نومبر ۱۹۹۲ء میں صدر نور سلطان نذر بائیف کی قیادت میں ایک اعلیٰ اختیاراتی قازق وفد کے دورۂ ایران سے ہوئی۔ صدر نذر بائیف اور ان کے وفد میں شامل دیگر اعلیٰ حکام نے ایرانی صدر اور دیگر ایرانی حکام کے ساتھ باہمی تعاون سے متعلق امور اور علاقائی و بین الاقوامی مسائل پر مفصل مذاکرات کیے۔ اس دوران ایران اور قازقستان کے مابین "اچھے

تعلقات اور باہمی تعاون" کے ڈیکلریشن پر دستخط ہوئے۔ صدر رفسنجانی نے اس موقعہ پر قازق صدر کے ساتھ مذاکرات کو "کامیاب اور ثمر آور" قرار دیا۔

قازق صدر نے اپنے اس دورہ ایران میں "ایشیائی ممالک کی کانفرنس" بلانے کی تجویز پیش کی جس کے جواب میں ایرانی صدر نے کہا: "ہم اس تجویز کی تائید کرتے ہیں۔ ہم اس سے قبل بحیرہ کیسپین کے ساحلی ممالک میں مخلصانہ تعاون کی تجویز پیش کرچکے ہیں..... ہم نے اس تجویز پر عمل یقینی بنانے کے لیے اپنی کوششیں تیز کرنے پر رضا مندی کا اظہار کیا ہے"۱۲۸۔ قازق صدر کے دورہ ایران کے اختتام پر جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا اس میں بھی بین الاقوامی اور علاقائی امور اور تنازعات پر دونوں ممالک کے مواقف میں یکسانیت پر زور دیا گیا تھا۔

اکتوبر ۱۹۹۳ء میں ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی قازقستان کے دورے پر الماتی پہنچے۔ ایرانی صدر کے اس دورۂ قازقستان کے دوران دونوں سربراہوں نے نو مختلف سمجھوتوں پر دستخط کیے جو ٹرانسپورٹ، مواصلات، زراعت، بینکنگ، وسائل توانائی، تجارت و صنعت، کسٹم محصولات اور ویزا سے متعلق امور میں دونوں ممالک کے مابین قریبی تعاون کی بنیاد بنے۔ اس موقع پر قازق صدر نذر بائیف نے کہا:

> بین الاقوامی اور علاقائی بحرانوں اور تنازعات کو حل کرنے کے سلسلے میں ہم ایرانی موقف کی تائید کرتے ہیں۔ ہم دوسروں کے داخلی معاملات میں عدم مداخلت کے اصول پر کاربند رہتے ہوئے بوسنیا کے معصوم مسلم عوام کے قتل عام کو بند کرنے نیز کارا باخ اور تاجک بحرانوں کے حل کے سلسلے میں ان ممالک کی ہر ممکن مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۱۲۹۔

صدر رفسنجانی نے کہا: "دونوں ممالک کے مابین تعاون پورے خطے کے مفاد میں ہے۔ چنانچہ اس کو مزید فروغ دینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ دونوں ممالک بین الاقوامی معاملات سے متعلق یکساں موقف رکھتے ہیں اور دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے"۔ تہران میں قازقستان کے سفارت خانے کا افتتاح ۲۶ جنوری ۱۹۹۴ء کو ایران کے دورے پر آئے ہوئے قازق وزیر خارجہ تولیتال سلیمانوف نے کیا۔ اس موقع پر مہمان وزیر نے کہا کہ تہران میں قازق سفارت خانے کے افتتاح سے سیاسی، ثقافتی، تجارتی اور اقتصادی شعبوں میں دونوں ممالک کے درمیان قریبی تعاون کو مزید فروغ حاصل ہوگا۔

مئی ۱۹۹۴ء میں قازقستان کے وزیراعظم تین دن کے سرکاری دورے پر ایران پہنچے۔ قازق

وزیراعظم کے اس دورے کے نتیجے میں متعدد سمجھوتوں اور مفاہمت کی یادداشتوں پر دستخط ہوئے۔ جن کے نتیجے میں دونوں ممالک کے شہریوں کی آمد و رفت کو آسان بنانے کے لیے ویزا کے حصول کے طریقہ کار کو آسان بنایا گیا۔ بینکنگ، صنعت اور تجارت کے شعبوں میں باہمی تعاون کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے مشترکہ چیمبر آف ٹریڈ اینڈ انڈسٹری کے قیام پر اتفاق کیا گیا۔ جزیرہ قشم (Qeshm) کے آزاد تجارتی زون میں ایک مشترکہ کمپنی کے قیام کی منظوری دی گئی۔ الماتی اور تہران کے درمیان ١٦ مئی ١٩٩٤ء سے ہوائی سروس شروع کردی گئی۔

قازقستان میں کیسپین کے ساحل میں موجود قدرتی دولت (تیل و گیس) کے اخراج اور اس کے بیرونی منڈیوں تک ترسیل کے عمل میں ایرانی شراکت تاحال ممکن نہیں ہوسکی ہے۔ کیسپین کے ساحل میں قازق آئل فیلڈز کو ترقی دینے اور یہاں سے تیل کے اخراج اور ترسیل کے سلسلے میں قازقستان متعدد مغربی کمپنیوں کے ساتھ معاہدات میں شریک ہے۔ امریکی کمپنی شیوران نے پہلے ہی تینگیز آئل فیلڈ سے تیل نکالنا شروع کردیا ہے جبکہ فرانس کی ایلف ایکوٹانس، برطانیہ کی GAS، اور اٹلی کی اجپ (Agip) کے ساتھ کراچا گانگ آئل فیلڈ سے تیل نکالنے کے معاہدوں پر دستخط ہو چکے ہیں۔ تیل کی دیگر چھ بڑی کمپنیاں بحیرہ کیسپین کے قازق ساحل میں تیل کی تلاش میں مصروف ہیں[١٣٠]۔ دوسری طرف قازقستان کے لیے اپنے تیل کے ذخائر اور اس کی فروخت سے حاصل ہونے والے زرمبادلہ میں روس کو حصہ دار بننے سے باز رکھنا ممکن نہیں ہے۔ اس کی وجہ قازق تیل کی ترسیل کے لیے روسی پائپ لائنوں پر انحصار ہے۔ ١٩٩٦ء میں روس اور قازقستان کے مابین کیسپین پائپ لائن کنسورشیم پر دستخط ہوئے جس کے رو سے روس کو قازقستان کے کیسپین آئل کے ۴۴ فیصد حصے پر کنٹرول حاصل ہوگا[١٣١]۔

قازقستان کے ساتھ ایرانی تعلقات میں گرم جوشی کا فقدان قازقستان کے پیچیدہ نسلی ڈھانچے، اس کے جغرافیائی محل وقوع اور بعض مخصوص عوامل کے تحت الماتی کے ماسکو کی طرف جھکاؤ کے باعث ہے۔ قازقستان نے جنوری ١٩٩٦ء میں روس کے ساتھ فوجی تعاون کے ١٦ مختلف معاہدات پر دستخط کیے[١٣٢]۔ ٢٩ مارچ ١٩٩٦ء کو "آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" کی چار جمہوریاؤں کے درمیان "اقتصادی اتحاد" کے معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ ان چار جمہوریاؤں میں قازقستان، روس، بیلا روس اور کرغیزستان شامل ہیں۔ اس معاہدے کا مقصد چاروں ریاستوں کے مابین سامان تجارت، خدمات، سرمائے اور کارکنوں کی آزادانہ نقل و حرکت ہے۔ معاہدے کی رو سے چاروں ریاستیں اشیائے صرف کی قیمتوں اور معاشرتی پالیسیوں میں یکسانیت پیدا کرنے کے علاوہ

متعدد "کثیر قومی ادارے" قائم کریں گی۱۳۳۔ قازقستان شروع ہی سے ایک "یوریشین یونین" کے قیام کی تجویز پیش کرتا رہا ہے جس سے قازق قیادت کی سابق سوویت یونین کی یورپی ریاستوں اور خاص کر روس کے ساتھ اقتصادی' سیاسی اور دفاعی شعبوں میں مضبوط تعلقات کے قیام کی طرف میلان کا پتہ چلتا ہے۱۳۴۔

ازبکستان اور کرغیزستان کے ساتھ ایران کے تعلقات فروری ۱۹۹۲ء میں تہران میں منعقدہ ای سی او کی سربراہی کانفرنس کے موقع پر استوار ہوئے۔ سربراہی اجلاس سے قبل فروری کے پہلے ہفتے میں ازبک پارلیمان کی اقتصادی اصلاحات کمیٹی کے سربراہ حاجی محمد اوگلی نادر نے تہران کا دورہ کیا اور ایرانی حکام کے ساتھ دونوں ممالک کے مابین دو طرفہ تعاون کے امکانات کا جائزہ لیا۔ ۳ فروری ۱۹۹۲ء کو ایرانی خبر رساں ایجنسی "ارنا" کو انٹرویو دیتے ہوئے حاجی اوگلی نے کہا کہ ازبکستان ایران جیسے پڑوسی ممالک کی امداد سے اقتصادی اصلاحات کے پروگرام پر کامیابی سے عمل کرسکتا ہے۔ انہوں نے ازبکستان میں ایرانی سرمایہ کاری کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا: "ہم بیرونی سرمایہ کاروں کوازبکستان کے بعض شعبوں میں سرمایہ کاری پر مائل کرنے کے لیے مراعات دینے کے لیے تیار ہیں تاکہ ہم اپنی معیشت کو بحال کرسکیں۔" مہمان ازبک اہل کار نے تاشقند سے تہران تک - ترکمنستان کے راستے - ریلوے روابط کی بحالی کی خواہش کا بھی اظہار کیا۱۳۵۔

۲۷ ستمبر ۱۹۹۲ء کو ازبک وزیرخارجہ عبید اللہ عبدالرزاقوف ایران کے سرکاری دورے پر آئے۔ اس دورے کے دوران انہوں نے ایران کے نائب وزیرخارجہ علی محمد بشارافور سے مذاکرات کیے۔ تاہم مذاکرات کے نتیجے میں دونوں ممالک کے مابین کسی قسم کے سمجھوتے پر دستخط نہ ہو سکے۔ اس دورے کے دوران دونوں ممالک کے وزراء کے بیانات سے یہ عندیہ ملتا تھا کہ شاید دونوں ممالک کے مابین "بعض معاملات" پر غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ ازبک وزیر خارجہ نے دونوں ممالک کے مابین تعاون کو مزید فروغ ملنے کی امید کا اظہار کیا جبکہ ایرانی نائب وزیر خارجہ نے اپنے ملک کی طرف سے دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہ کرنے کے اصول پر سختی سے کاربند رہنے کے عزم کا اعادہ کیا۔ ایرانی وزیر خارجہ نے کہا: "ہم خطے کے دوست ممالک کی مشکلات اور الجھنوں کو دور کرنے میں مدد دینے کے لیے تیار ہیں۱۳۶۔

۵ نومبر ۱۹۹۲ء کو تاشقند میں ایران کے سفارت خانے کا باقاعدہ افتتاح کیا گیا۔ نومبر ۱۹۹۲ء ہی کے آخری ہفتے میں ازبک صدر اسلام کریموف ایران کے سرکاری دورے پر تہران پہنچے۔ صدر کریموف نے ایرانی صدر کے علاوہ متعدد دیگر اعلی ایرانی حکام سے مذاکرات کیے۔ جن میں باہمی

مفاد سے متعلق متعدد مسائل زیر بحث آئے۔ ۲۴ نومبر کو تہران میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ازبک صدر نے کہا کہ ان کا دورہ ایران انتہائی ثمر آور اور مفید رہا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ ان کا یہ دورہ دونوں ممالک کے مابین مستقبل میں وسیع تر تعاون اور دو طرفہ تعلقات کے قیام میں معاون و مدد گار ثابت ہوگا۔ ۲۵ نومبر کو صدر کریموف کے دورہ ایران کے اختتام پر ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں افغانستان کی جغرافیائی وحدت اور اس کے اقتدار اعلیٰ کے احترام اور افغانستان کے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت کے خاتمے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ تاجکستان کے بحران کے حل اور بحران کے تصفیے کے بعد تاجکستان کی تعمیر نو کے لیے دونوں ممالک نے اپنی خدمات پیش کیں۱۳۷۔

دسمبر ۱۹۹۳ء کے اختتام پر ازبک وزیر خارجہ قاسموف ایران کے دورے پر تہران پہنچے۔ انہوں نے اپنے اس دورے کے دوران ایرانی وزارت خارجہ کے حکام سے ملاقاتیں کیں۔ ازبک وزیر خارجہ نے دونوں ممالک کے مابین تعلقات کو مزید مستحکم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور ای سی او کو مزید فعال بنانے' نیز اس کے ممبر ممالک کے درمیان تعاون کو مزید فروغ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ ۲۶ جنوری ۱۹۹۴ء کو تہران میں ای سی او کے وزراء خارجہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے ازبک وزیر خارجہ ایک بار پھر تہران وارد ہوئے۔ قاسموف نے اپنے اس دورے کے دوران ایرانی وزیرخارجہ ڈاکٹر علی اکبر ولایتی سے ملاقات کی اور دونوں ممالک کے مابین (طے شدہ سمجھوتوں) پر عمل در آمد یقینی بنانے پر زور دیا۔ دونوں وزراء خارجہ کے مابین مذاکرات کا مرکزی نکتہ افغان صورت حال تھی۱۳۸۔

ازبکستان کی مغرب نواز پالیسیوں کی بدولت تاشقند اور تہران کے تعلقات نسبتاً" سرد مہری کا شکار رہے ہیں۔ مغرب سے مخاصمت کے معاملے میں ازبکستان ایرانی موقف کی تائید نہیں کرتا ہے۔ ازبکستان نے ای سی او کے پلیٹ فارم کو "سیاسی اغراض" کے لیے استعمال کرنے کی سختی سے مخالفت کی ہے۔ ۱۳ مئی ۱۹۹۴ء کو ترکمنستان کے دارالحکومت عشق آباد میں وسط ایشیائی رہنماؤں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ازبک صدر اسلام کریموف نے کہا: "اگر بعض ممالک نے تنظیم (ای سی او) کے غیررکن ممالک پر الزام تراشیوں اور نکتہ چینیوں کا سلسلہ بند نہ کیا تو ازبکستان ای سی او سے علیحدگی اختیار کرلے گا"۔ ازبک صدر نے مزید کہا: "ای سی او کو فوجی اور سیاسی بلاک میں تبدیل کئے جانے کا خطرہ درپیش ہے"۔ صدر کریموف نے اپنے اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: "ازبکستان چونکہ نو آزاد ملک ہے اور دیگر ممالک کے ساتھ

تعلقات کے سلسلہ میں حساس ہے' اس لیے اسے خطرہ ہے کہ اگر ای سی او میں معیشت اور اقتصادیات سے ہٹ کر دیگر معاملات اٹھائے جائیں گے تو اسے ہدف تنقید بننے والے ممالک کی ناراضی مول لینے کا خطرہ درپیش ہوسکتا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے قبل عشق آباد (ترکمنستان) میں اپریل ۱۹۹۶ء میں منعقد کی جانی والی ای سی او کی چوتھی سربراہی کانفرنس کے دوران اپنے خطاب میں ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی نے امریکہ' اسرائیل اور لبنان کی حکومتوں پر شدید تنقید کی تھی۔ صدر رفسنجانی نے کہا تھا:"صیہونی دہشت گرد (لبنان کے) بے گناہ شہریوں کے قتل عام کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اسرائیل کی طرف سے لبنانی شہریوں کا قتل عام اس حقیقت کے پیش نظر زیادہ قابل مذمت ہے کہ اسے امریکہ کی بھرپور پشت پناہی حاصل تھی"۱۳۹۔

کرغیزستان کے ساتھ بھی ایران کے تعلقات کچھ زیادہ مستحکم بنیادوں پر استوار نہیں ہوسکے ہیں ۔ اگرچہ دونوں ممالک کے اعلی عہدیداران کے مابین دوروں کا تبادلہ مسلسل ہوتا رہا ہے۔ کرغیز پارلیمنٹ کے سپیکر شیریم کلوف اور کرغیز وزیر تعلیم نے اگست ۱۹۹۲ء میں ایران کا دورہ کیا اور ایران کے اعلیٰ حکام سے مذاکرات کئے۔ ۲۴ اگست ۱۹۹۲ء کو دونوں ممالک کے مابین ہوائی سروس کے اجراء اور زمینی روابط کی بحالی سے متعلق سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدے کے تحت ایران کرغیزستان کو بری مواصلات کے شعبے' ائرپورٹوں کی دیکھ بھال اور ائرلائن کمپنی سے متعلق انتظامی معاملات میں تکنیکی مہارت فراہم کرے گا۔

ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی نے اکتوبر ۱۹۹۳ء میں کرغیزستان کا دورہ کیا۔ اس دورے کے دوران دونوں ممالک کے مابین مفاہمت کی ایک جامع یادداشت پر دستخط ہوئے۔ جس میں باہمی تعاون سے متعلق ایک مفصل طریقہ کار پر اتفاق کیا گیا۔ علاوہ ازیں صدر رفسنجانی کے اس دورے کے دوران دونوں ممالک کے مابین ۱۲ سمجھوتوں اور پروٹوکولز پر دستخط ہوئے۔ جن کی رو سے بینکنگ' ٹرانسپورٹ' فنی' ثقافتی اور سائنسی شعبوں میں مشترکہ کمیٹیوں کے قیام پر اتفاق کیا گیا۔ ۲۴ مئی ۱۹۹۴ء کو کرغیز پارلیمان کے سپیکر شیریم کلوف ایک بار پھر دورہ ایران پر تہران وارد ہوئے۔ ایرانی پارلیمان کے سپیکر آیت اللہ ناطق نوری اور ایرانی وزیر خارجہ ڈاکٹر علی اکبر ولایتی کے ساتھ ملاقاتوں میں کرغیز مہمان نے ای سی او کے دائرہ کار میں دونوں ممالک کے مابین پارلیمانی امور' اقتصادیات اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں تعاون کو مزید وسعت دینے کو موضوع بحث بنایا۔

کرغیزستان بھی ازبکستان کی طرح امریکیوں کی خصوصی دلچسپی کا مرکز ہے۔ چنانچہ اس کے

ساتھ بھی مستحکم بنیادوں پر دوطرفہ تعلقات کے قیام کی ایرانی کوششیں زیادہ بار آور ثابت نہیں ہوسکی ہیں۔ امریکی ہر قیمت پر کرغیزستان کو ایرانی (اور چینی) اثر و نفوذ سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ کرغیزستان میں سرمایہ کاری کرنے والے ممالک میں امریکہ سرفہرست ہے۔ اسرائیل بھی کرغیزستان میں سرمایہ کاری کرنے والے ممالک میں شامل ہے۔ کرغیزستان میں امریکی دلچسپی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ پہلا ملک تھا جس نے کرغیزستان کی آزادی کے بعد بشکیک میں اپنا سفارت خانہ کھولا اور دیگر وسط ایشیائی جمہوریاؤں کی نسبت کرغیزستان کو زیادہ انسانی امداد فراہم کی۔ کرغیزستان کو سماجی اور سیاسی شعبوں میں رہنمائی کی فراہمی میں بھی امریکہ پیش پیش رہا ہے۔ امریکی دفتر خارجہ کے ایک اہل کار تو کرغیزستان کو سابق سوویت یونین کے "تاج کا ہیرا" (crown jewel) قرار دے چکے ہیں[۱۴۰]۔ کرغیزستان کا نظام حکومت مغرب کے جمہوری معیار پر کسی بھی طور پورا نہیں اترتا۔ ملک کا عدالتی نظام انتظامیہ کے تابع ہے۔ حکومت جسے چاہتی ہے حراست میں لے لیتی ہے، جسے چاہتی ہے پس دیوار زنداں بھیج دیتی ہے اور جسے چاہتی ہے سزا کا مستحق ٹھہرا دیتی ہے۔ مقامی اخبارات، جن پر حکومت کی گرفت زیادہ مضبوط نہیں ہے، پولیس کے وحشیانہ مظالم کی رپورٹیں شائع کرسکتے رہتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے دیگر ادارے - ریڈیو اور ٹیلی ویژن - مکمل طور پر حکومت کے زیر کنٹرول ہیں۔ اس صورت حال کے باوجود امریکی حکومت کا خیال ہے کہ جمہوریہ کرغیزستان وسط ایشیائی خطے کی سلامتی اور استحکام میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ ۱۲ مارچ ۱۹۹۶ء کو امریکی سفیر جیمز کولنز (James Collins) نے اپنے دورۂ کرغیزستان کے دوران کرغیز حکومت کے لیے امریکی حمایت بدستور جاری رہنے کی یقین دہانی کرائی[۱۴۱]۔

آخر امریکی وسطی ایشیا کی اس پس ماندہ اور نسبتاً" چھوٹی جمہوریہ میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟ شاید اس لئے کہ کرغیزستان اپنے جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے عوامی جمہوریہ چین کے قریب تر واقع ہے۔ مزید برآں کرغیزستان میں سونے کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔ ان ذخائر کو نکالنے اور انہیں استعمال میں لانے کے لیے مقامی ماہرین دستیاب نہیں ہیں۔ امریکہ اس سلسلے میں کرغیزستان کو امریکی ماہرین کی فراہمی میں دلچسپی رکھتا ہے۔ امریکی سمجھتے ہیں کہ غیر ترقی یافتہ اور قبائلی طرز معاشرت والا کرغیزستان امریکہ کے لئے ایک بہترین شریک کار ثابت ہوسکتا ہے، جو مستقبل میں امریکہ کے تزویراتی مفادات کی کامیابی سے نگہداشت کرسکے گا۔ امریکہ دراصل چین کے پڑوس میں ایک لادین اور آزاد خیال کرغیزستان کا متمنی

ہے۔ کرغیزستان (اور ازبکستان) کے مغرب کی طرف واضح جھکاؤ پر ایران اور چین کو شدید تشویش لاحق ہے۱۴۲۔ ۱۹۹۴ء میں کرغیزستان کے لیے امریکی امداد ۵۰ ملین ڈالر تک پہنچ گئی تھی۔ آزاد ممالک کی دولت مشترکہ میں شامل ممالک میں (روس کے بعد؟) کرغیزستان کو (۱۹۹۶ء میں) سب سے زیادہ امریکی امداد فراہم کی گئی۔ اس کے علاوہ کرغیزستان کی ناٹو میں شمولیت ممکن بنانے کے لیے متعدد وسائل بروئے کار لائے جارہے ہیں۱۴۳۔ اکثر تجزیہ نگاروں کی رائے میں کرغیزستان میں امریکہ کی گہری دلچسپی اور اسے دی جانے والی امریکی امداد کا بڑا سبب جمہوریہ میں دیگر علاقائی طاقتوں اور بالخصوص مسلم ممالک' جن میں ایران بھی شامل ہے' کے اثر و نفوذ کا سدباب کرنا ہے۱۴۴۔ بحیثیت مجموعی ای سی او کے بانی ممبر ممالک (ایران' ترکی اور پاکستان) میں سے ایران ہی وہ واحد خوش قسمت ملک ہے جو خطے میں مضبوطی سے قدم جمانے میں سب سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔

ایران - سابق سوویت ریاستیں : اجتماعی تعلقات

خطے کے دارالحکومتوں کے ساتھ تہران کے تعلقات کے اجتماعی پہلو پر بحث انتہائی پیچیدہ ہے۔ ای سی او کے ممبر ممالک کی حیثیت سے تمام وسط ایشیائی ممالک کے ساتھ ایرانی تعلقات بیک وقت دوطرفہ بھی کہلائے جاسکتے ہیں اور (اگر یہ ای سی او کے دائرہ کار کے تحت یا اثرات کے لحاظ سے خطے کے دیگر ممالک کا احاطہ کرتے ہوں) کثیر الاطراف یا اجتماعی بھی۔ بہرحال خطے کے ساتھ ایران کے اجتماعی تعلقات کو تین بین الاقوامی / اجتماعی تنظیموں کے دائرہ کار کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

اولاً: اسلامی کانفرنس تنظیم

وسط ایشیائی ریاستوں اور دیگر نو آزاد سابق سوویت مسلم ریاستوں کی اسلامی دنیا اور خاص کر پڑوسی اسلامی ممالک کے ساتھ تعلقات کے قیام کی خواہش کی پشت پر محض اقتصادی عوامل کار فرما رہے ہیں۔ ان ریاستوں کے موجودہ حکمران اسلامی جغروسیاست (Islamic geopolitics) سے قطعاً" نابلد ہیں۔ یہ ریاستیں روس کی سربراہی میں " آزاد ممالک کی دولت مشترکہ " کی سلامتی کے نظام کا حصہ ہیں۔ ان حکمرانوں کی ذہنی ساخت میں تبدیلی کا مستقبل قریب میں کوئی امکان نہیں ہے۔ وہ تاحال روس پر انحصار کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس پس منظر میں ان ریاستوں کی طرف سے اسلامی کانفرنس تنظیم میں شرکت کے بارے میں گرم جوشی دیکھنے میں نہیں آئی۔ ان